قرآن مجید نمبر

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA AT NO.F.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. NO. P. 67.

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

جلد ۲۲

شمارہ ۲۷

روزنہ ہفت بدر قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:- جاوید اقبال اختر

شرح چندہ

سالانہ ۱۰ روپے

ششماہی ۵ روپے

ممالکِ غیر ۲۰ روپے

فی پرچہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۳ روفا (جولائی)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاع مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۳ روفا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تاحال تبلیغی و تربیتی دورہ پر ہیں۔ موصوف حیدرآباد کے جلسہ منعقدہ یکم جولائی سے فراغت کے بعد مضافات میں دورہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس عرصہ میں محترمہ بیگم صاحبہ و بچے حیدرآباد میں ہی قیام کریں گے۔

★ — حیدرآباد میں مورخہ ۳۰ جون کو محترم صاحبزادہ صاحب نے احمدیہ جوبلی ہال کا افتتاح فرمایا ہے اور یکم جولائی کو حیدرآباد میں جلسہ پیشوایانِ مذاہب منعقد کیا گیا۔ ہر دو تقاریب کی رپورٹ انشاء اللہ آئندہ شاملِ اشاعت کی جائے گی۔

★ — محترم حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

۳ جمادی الثانی ۱۳۹۳ ہجری — ۵ روفا ۱۳۵۲ ہش — ۵ جولائی ۱۹۷۳ء

مقدس مقامات کی بے حرمتی کے تعلق میں
جناب چیف منسٹر صاحب پنجاب سے احمدیہ وفد کی ملاقات

جیسا کہ دوسری جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ قادیان کے مقدس قبرستان اور عیدگاہ کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں بار بار حکامِ ضلع اور جناب چیف منسٹر صاحب پنجاب کی خدمت میں ملاقاتوں اور چٹھیوں کے ذریعہ حالات پیش کئے جا چکے ہیں۔ چنانچہ ۱۲ رجون کو بمقام جالندھر جناب چیف منسٹر صاحب سے احمدیہ وفد نے ملاقات کی۔ اور اس بے حرمتی کی وجہ کا ذکر کیا گیا۔ اس بارے میں پنجاب کے کثیر الاشاعت روزناموں "ہند سماچار" اور "پرتاپ" نے اپنی ۱۵ رجون کی اشاعت میں اس ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ یہاں اسے اخبار پرتاپ سے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ احباب سے کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے — (ناظر امور عامہ قادیان)

"جماعت احمدیہ قادیان کا وفد
جالندھر میں گیانی ذیل سنگھ سے ملاقی ہوا

جالندھر ۱۴ رجون۔ جماعت احمدیہ قادیان کا ایک وفد صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (جو بانی جماعت کے پوتے ہیں) کے زیر سرکردگی چیف منسٹر پنجاب گیانی ذیل سنگھ سے سرکٹ ہاؤس جالندھر میں ملا۔ اور جماعت احمدیہ کو تین چار ماہ سے درپیش مشکلات و پریشانیوں سے انہیں آگاہ کیا۔ اور درخواست کی کہ وہ مداخلت کر کے انہیں انصاف دلائیں۔ گیانی ذیل سنگھ صاحب نے وفد کی شکایات بہت توجہ سے سنیں۔ اور ان کا تدارک کرنے کی یقین دہانی کروائی اور کہا کہ مرکزی اور صوبائی حکومت کی ہمیشہ یہی پالیسی رہی ہے کہ وہ اقلیتوں کے تمام حقوق کا تحفظ کرے۔ اور خاص طور پر ان کے مذہبی جذبات کو مجروح ہونے سے بچائے۔ اس ضمن میں معلوم ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان کو پریشان کرنے اور مختلف طریقوں سے حراساں کرنے میں بٹالہ سب ڈویژن کے ایک اعلیٰ افسر کا ہاتھ ہے جو قادیان میں اپنے قریبی رشتہ داروں کی غلط طور پر امداد کر کے اس عالمگیر پُر امن مذہبی جماعت کے لئے پریشانی کے حالات پیدا کر رہا ہے تعجب ہے کہ سرکار کی عام پالیسی کے خلاف ایسے افسر کا قریبی رشتہ داروں والے سب ڈویژن میں تقرر کیسے کر دیا گیا۔ یہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔"

(روزنامہ "پرتاپ" جالندھر مورخہ ۱۵ رجون ۱۹۷۳ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ متعلقہ حکام پر حق واضح فرمائے اور انہیں جرأت کے ساتھ عدل و انصاف کر کے جماعت احمدیہ کو اس کا جائز حق دلانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے بزرگوں کی قبروں والے مقدس قبرستان اور تاریخی عیدگاہ
کے بارے میں مخلصینِ جماعت کے تاثرات

آخر دسمبر ۱۹۷۲ء میں منعقدہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے نو بیرونی ممالک سے مندرجہ ذیل احباب قادیان تشریف لائے۔

(ا) لندن سے:-
۱۔ محمد عبدالکریم صاحب۔ ۲۔ بشارت احمد صاحب۔ ۳۔ عبدالباری صاحب۔ ۴۔ عبدالکریم صاحب بٹ۔ ۵۔ منیر الدین عبید اللہ صاحب۔

(ب) ماریشس سے:-
۱۔ بشیر الدین عبید اللہ صاحب۔ ۲۔ منور اسلم صاحب۔ ۳۔ منان صاحب ۴۔ عبدالحمید صاحب۔

(ج) یوگینڈا سے:-
۱۔ محمد صاحب۔ ۲۔ شیخ عبدالکریم صاحب شرما۔

(د) فیجی سے:-
۱۔ محمد حفیظ صاحب۔ ۲۔ شمیم احمد صاحب

(ہ) کینیا (مشرقی افریقہ) سے:-
۱۔ قاضی عبدالسلام صاحب۔ ۲۔ جلال الدین صاحب قمر۔ ۳۔ محمد اکرم صاحب غوری۔ ۴۔ رفیق احمد صاحب۔ ۵۔ عثمان محمد صاحب۔

(و) انڈونیشیا سے:-
سید شاہ محمد صاحب۔

(باقی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲ پر)

طابع صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر [illegible] احمد [illegible] اخبار بدر قادیان سے شائع کیا [illegible]

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۵ وفا ۱۳۵۲ ہش

شانِ قرآن

نظارت دعوۃ و تبلیغ کے اعلان کے مطابق ہندوستان کی تمام احمدیہ جماعتوں میں ۸ جولائی تا ۱۵ جولائی ہفتہ قرآن کریم منایا جارہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ الحاد، بے دینی اور خدا فراموشی کے اس خطرناک دور میں یہ شرف قرآن کریم ہی کو حاصل ہے کہ وہ نوعِ انسان کی صحیح راہنمائی کرتا ہے۔ اور اس کے لئے ایسی راہنمائی کا نشان دہی فرماتا ہے جس کی اس وقت بڑی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کی اسی شان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ کے ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :-

طٰہٰ ۞ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۞ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ۞
تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ۞ (آیت ۲ تا ۵)

اے کامل قوتوں والے مرد! ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو دکھ میں پڑ جائے یہ تو صرف خدا سے ڈرنے والے انسان کے لئے راہ نمائی اور ہدایت کے لئے ہے۔ یاد رکھو قرآن اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ جس نے زمین اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ اس لئے جس خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے جسمانی نظام کو مکمل کیا ہے۔ اسی نے روحانی تکمیل کے لئے قرآن کو اتارا ہے۔ اب انسان کے تمام دکھوں دردوں کا مداوا اسی قرآن کریم کے ذریعہ ہونے والا ہے۔ بشرطیکہ روحانی امراض سے شفا پانے اور ہر قسم کے دکھوں دردوں سے محفوظ رہنے کی تمنا رکھنے والا انسان دل میں خشیت اللہ رکھتے ہوئے اس مبارک کتاب کا مطالعہ کرے اور اس سے اپنی زندگی کو سنوارنے کے طریق معلوم کرنے کی کوشش کرے۔

اور یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ نوعِ انسان کی موجودالوقت روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے سلسلہ میں اور اس کے لئے ہدایت اور راہنمائی کے رستوں کی نشان دہی میں کوئی اور آسمانی کتاب قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیا بلحاظ اس کے کہ :-

(۱) قرآن کریم کامل اور مکمل کتاب ہے۔ اس نے ابتداء ہی میں اس بات کا غیر مبہم الفاظ میں دعویٰ کیا، کہ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ هُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ یعنی یہی کامل کتاب ہے جس میں کسی دوسرے کی ذات پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ مثبت رنگ میں اپنی خوبیاں خود بیان کرتی ہے۔ اور بلند سے بلند روحانی مدارج کی طرف سب کی راہنمائی کرتی ہے۔

(۲) یہ کتاب ایسی جامع اور مانع تعلیمات پر مشتمل ہے۔ جس کی نوعِ انسان کو اس وقت واقعی ضرورت ہے۔ فرمایا مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ۔ ہم نے اس کتاب میں کچھ بھی کمی نہیں کی۔ اور سب باتیں جن کے ذکر کی ضرورت تھی۔ وہ اس میں آگئی ہیں۔

(۳) اس کی تعلیمات کسی ایک طبقۂ انسانی یا کسی ایک خطۂ ارضی کے ساتھ مخصوص نہیں یا کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ اس کا دائرہ عالمگیر ہے اور تا قیامت ہے۔ چنانچہ مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی امر کا اعلان کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے :-

قُلۡ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَهَادَۃً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ۙ شَهِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ۟
وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِهٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ ؕ
(انعام آیت ۲۰)

تو کہہ سب سے زیادہ اونچی گواہی دینے والی کونسی ہستی ہے (پھر ان کے) جواب میں انہیں بتا دے کہ اللہ!! وہ تمہارے اور میرے درمیان گواہ ہے۔ اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں بھی اس کے ذریعہ سے آنے والے خطرات سے ہوشیار کر دوں اور اُن سب کو بھی جن تک یہ پیغام پہنچتا چلا جائے۔ پس اس کا دائرۂ دعوت عالمگیر ہے اور تا قیامت بھی۔

(۴) قرآن مجید خدا کا کلام ہے اس کا ایک ایک لفظ خدا کا فرمودہ ہے۔ جس کی عظمت و اہمیت اسی سے واضح ہے۔ پھر اس کی گارنٹی دیتے ہوئے واضح کیا کہ

(۵) اس کی حفاظت کا خدا نے خود ذمہ لیا ہے۔ جیسے فرمایا :-

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر : ۱۰)

اس ذکر یعنی قرآن کریم کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ محققین نے اس بات کی برملا طور پر گواہی دی ہے کہ باوجود اس قدر لمبی مدت گذر جانے کے قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اس کی ہر حرکت و سکون پورے طور پر محفوظ ہے۔ اور کسی طرح کی تبدیلی مرورِ زمانہ کے سبب اس میں واقع نہیں ہوئی۔ مخالفین کی یہ گواہی کوئی معمولی بات نہیں۔ بہت بڑی امتیازی شان ہے جو قرآن کریم کو بمقابلہ دیگر مذہبی کتابوں کے حاصل ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ وہ کتابیں جو اندرونی طور پر زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہیں، اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ان میں بیان شدہ باتیں جو اس وقت دنیا کے سامنے پیش کی جارہی ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ابتدا زمانہ نزول کے وقت بیان ہوئی تھیں۔ لیکن قرآن کریم کی حفاظت کا دعویٰ اور اس کے ثبوت کے بعد اس قسم کا کوئی اشتباہ قرآن کریم کے بارہ میں نہیں ہو سکتا۔

(۶) قرآن کریم نے اپنے متعلق یہ دعویٰ بھی بڑی تحدی کے ساتھ کر رکھا ہے کہ

اِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ ۙ لَّا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ (حٰمٓ السجدۃ : ۴۲-۴۳)

یہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ اس لئے کہ یہ بڑی حکمتوں والے بڑی تعریفوں والے خدا کی طرف سے اترا ہے۔

کتنا بڑا دعویٰ ہے جو قرآن کریم نے اس مقام پر اپنی نسبت کیا ہے۔ اور پھر ساری دنیا اس پر گواہ ہے کہ اس کا یہ دعویٰ سو فیصد درست اور حقیقت پر مبنی رہا ہے۔ اور رہے گا۔ یعنی اس کتاب پر نہ علوم حاضرہ اور نہ بعد میں ظاہر ہونے والی نئی نئی ایجادات اور علوم کی رُو سے کسی قسم کا اعتراض وارد ہو سکے گا، اور اس کی صداقت غلط ثابت ہو سکے گی۔ اس لئے کہ یہ حکیم و حمید خدا کی طرف سے اُترا ہے۔ اس نے ابتداء ہی میں ان سب باتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ واضح ہو کہ بشری علوم و فنون ہمیشہ اور ہر دور میں برابر بدلتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ عہدِ حاضر میں تو ایسی تبدیلی کی رفتار بڑی ہی تیز ہو گئی ہے۔ اس لئے کسی وحی شدہ کتاب کے کمال کا یہ کوئی معیار نہیں کہ وہ فلاں انسانی نظریوں کے ساتھ ہے۔ بلکہ اس کا کمال حقیقتاً یہ ہے کہ وہ ثابت شدہ علوم و معارف میں سے کسی کے بھی منافی نہیں۔ اور اسی بات کا دعویٰ سورت حٰمٓ سجدہ کی مذکورہ بالا آیات میں کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس دعوے کی حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے قرآن کریم کی بیان کردہ بہت سی حقیقتوں کے سمجھنے میں قاصر رہتے ہیں اور پھر اعتراض کے رنگ میں کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم کی فلاں بات فلاں سائنسدان کی فلاں تھیوری اور نظریہ کے منافی ہے۔ یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ایسی تھیوری اور نظریہ بجائے خود ابھی تکمیل کے مراحل سے گذر رہا ہوتا ہے۔ اور اس کو پیش کرنے والے بھی اس بات کے ہرگز دعوے دار نہیں ہوتے کہ ہمارا یہ نظریہ تجربہ اور عمل کے میدان میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس قرآن کریم نے جو دعویٰ کیا ہے وہ یہی ہے کہ اس کی تعلیم ثابت شدہ علوم و معارف میں سے کسی کے بھی منافی نہیں۔ یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اور ہر زمانہ میں اس کا ثبوت ملتا چلا جارہا ہے۔

(۷) قرآن کریم سدا بہار درخت کی طرح ہے۔ جو ہر موسم پر اپنا شیریں پھل دیتا ہے ؎

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں :: نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

اسی بات کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کلام پاک کو شجرۂ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرماتا ہے :-

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ
اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ۞ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَهَا کُلَّ حِیۡنٍۭ
بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ
(سورۃ ابراھیم آیت ۲۵-۲۶)

اے مخاطب کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کس طرح کلام پاک کے متعلق حقیقتِ حال بیان کی ہے وہ ایک پاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑھ مضبوطی کے ساتھ قائم ہے اور اس کی ہر ایک شاخ آسمان کی بلندی میں پہنچی ہوئی ہے۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے اذن سے اپنا تازہ پھل دیتا ہے اللہ لوگوں کے لئے ان کی ضرورت کی تمام باتیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ چنانچہ امتِ محمدیہ میں ہر زمانہ میں ہزاروں ہزار صلحاء اور اتقیاء گزرے ہیں۔ جو قرآن پاک ہی کے شیریں ثمرات ہیں۔ جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں حتیٰ کہ ہمارے اس زمانہ میں مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے وجود کو اور پھر آپ کے بعد آپؑ کے خلفاء عظام اور جماعت کے ہزاروں ہزار ملہم من اللہ افراد اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

(۸) قرآن کریم کے فضائل میں سے اس کا بے مثل اور بے نظیر ہونا چوٹی کی فضیلت کا حامل ہے قرآن کریم نے ابتدائے زمانہ سے ساری دنیا کو چیلنج دے رکھا ہے کہ

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۱ پر)

خطبہ جمعہ

اُمّتِ محمّدیہ کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ اُسے پہلی اُمّتوں کے تمام انعامات کا وارث بنایا گیا ہے

لیکن یہ بشارت تبھی پوری ہو سکتی ہے جبکہ ہم پہلوں کی تمام متفرق ذمّہ داریوں کو بھی پوری کوشش کے ساتھ ادا کریں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۵ ہجرت ۱۳۵۲ ہش مطابق ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"آج صبح شدید دورانِ سر (چکر وں) کی تکلیف شروع ہو گئی تھی۔ اب نسبتاً فرق محسوس کیا اور چند منٹ کے لئے آ گیا ہوں کیونکہ میرے دل نے غیر حاضر رہنا قبول نہیں کیا۔ اس وقت مَیں مختصراً

ایک بُنیادی اور اہم خوش خبری

کے متعلق چند فقرات کہنے پر اکتفا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل امتِ محمدیہ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ چنانچہ اس نے سورہ فاتحہ میں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

کی دُعا سکھائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو دُعائیں سکھاتا ہے اُن کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن میں یہ بشارت ہوتی ہے کہ اگر انسان شرائط دُعا پوری کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر دُعا قبول ہوگی۔ کیونکہ کوئی دُعا ایسی نہیں سکھائی جاتی جس کے متعلق ساتھ ہی یہ اعلان بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس طرح تو یہ عقلاً بھی ایک لغو فعل بن جاتا ہے جب کہ لغو فعل سے مجتنب رہنے کی خود خدا نے ہمیں تلقین فرمائی ہے اس لئے وہ خدا جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اس کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی جا سکتی۔

پس جو دُعا بھی سکھائی گئی ہے اس کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ

اُمّتِ محمّدیہ کے افراد

یا گروہ (اگر دُعا کا تعلق جماعت یا گروہ سے ہو) اگر دُعا کریں گے خلوصِ نیت کے ساتھ اور اس کی شرائط کو پورا کریں گے اپنی استعداد کے مطابق، تو وہ دُعا ضرور قبول ہوگی۔ چنانچہ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُمّتِ محمدیہ کو یہ بشارت دی اور بتایا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام مختص المکان اور مختص الزمان تھے۔ یعنی خاص علاقے کے لئے اور خاص زمانہ کے لئے آئے تھے اور وہ اپنے اپنے علاقہ اور زمانہ کی محدود ضرورتیں پوری کرتے اور پیش آمدہ مسائل کو حل کرتے تھے۔ چونکہ ان کی ذمہ داریاں کامل نہیں تھیں، یا یوں کہنا چاہیئے کہ ابھی ان کی استعدادوں کی کامل نشو و نما نہیں ہوئی تھی۔ یا یہ کہ وہ

انسانِ کامل کا ظِلّ

بننے کے اہل نہیں تھے اس لئے ان کو ارتقائی مدارج میں سے گزارنے کے لئے اُن پر تھوڑی تھوڑی ذمہ داریاں ڈالی گئیں۔ گویا جس قسم کی ذمہ داریاں تھیں اسی قسم کا انہیں انعام بھی ملنا تھا۔

پہلے زمانوں میں جس طرح بعض دفعہ ایک گاؤں میں ایک قسم کی بادشاہت ہوتی تھی۔ ایک شہر میں بادشاہت ہوتی تھی اسی طرح ایک قصبہ یا شہر کا ایک نبی ہوتا تھا۔ اس کے فرائض محدود تھے۔ اس کی قربانیاں محدود تھیں۔ کیونکہ مثلاً یروشلم میں یروشلم سے تعلق رکھنے والے نبی کو اس علاقہ کے لوگوں نے گالیاں دیں اور اس پر کفر کے فتوے لگائے۔ مگر نائیجیریا کے لوگوں نے اس پر کفر کے فتوے نہیں لگائے۔ اور نہ اس کو دکھ دیا۔ غرض پہلے نبیوں نے اپنے اپنے

حالات کے مطابق

قربانیاں دیں، قربانیاں اور ذمہ داریاں محدود تھیں۔ انہوں نے ساری دنیا سے گالیاں نہیں کھائیں۔ اس لئے ان کا انعام بھی محدود تھا۔ لیکن ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"كَافَّةً لِّلنَّاسِ"

یعنی تمام بنی نوعِ انسان کی طرف مبعوث ہوئے ساری دُنیا سے آپؐ کا تعلق ٹھہرا۔ ساری دُنیا نے آپؐ سے دشمنیاں کیں۔ مگر آپؐ نے ساری دُنیا سے پیار کیا۔ ساری دُنیا کے لئے آپؐ نے دعائیں کیں۔ نہ صرف اپنے زمانہ کی دُنیا بلکہ قیامت تک ہر نسل کے لئے دُعائیں کیں۔ قرآن کریم کے ذریعہ ان کے مسائل حل کرنے کے سامان مہیا فرمائے۔ گویا یہ

ایک بہت بھاری ذمّہ داری

تھی اور بہت بڑا بوجھ تھا، جو آپؐ پر ڈالا گیا۔ چنانچہ جس شان کی ذمّہ داریاں تھیں اسی شان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی آپ کے وجود میں ظاہر ہوئیں۔ آپؐ کے طفیل قرآنِ عظیم کے شروع ہی میں سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ اور اس کے افراد کو یہ بشارت دی کہ تم یہ دعا کیا کرو کہ اے خدا! پہلوں کے انعاماتِ متفرقہ مجموعی طور پر ہمیں عطا فرما کیونکہ پہلوں کی متفرق ذمہ داریاں اب مجموعی طور پر ہم پر ڈال دی گئی ہیں۔ اسی لئے اب استعداد اور اس کی کامل نشو و نما کی رُو سے امتِ محمدیّہ میں بعض ایسے افراد ہوں گے جو اس قدر رُوحانی انعام حاصل کرنے والے ہوں گے جتنے پہلے کسی ایک نبی نے حاصل کئے تھے۔ مگر کچھ بزرگ ایسے بھی ہوں گے جن کی استعداد اور مجموعی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے حضور اتنی مقبول ہوں گی جتنی پہلے تین چار نبیوں کی ہوتی تھیں۔ اس

استعداد اور اخلاص

کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کو تین چار نبیوں کے انعام دے دیگا۔ اور اگر امتِ محمدیّہ میں کوئی ایسا برگزیدہ وجود پیدا ہو جو حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظلِّ کامل ہونے کے لحاظ سے تمام انبیاء کی صفات کا عکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے وجود میں منعکس کرتا اور وہی شکل اختیار کرتا ہے تو وہ بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اُن تمام انعاماتِ متفرقہ جو پہلے نبیوں کو اور پہلے صدیقوں کو اور پہلے شہداء کو اور پہلے صالحین کو دیئے گئے تھے اُن کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ پس یہ ایک

بہت بڑی بشارت

ہے جو دی گئی ہے۔ اور ایک بڑی ہی حسین امید ہے جو امتِ محمدیّہ اور اس کے افراد کے دلوں میں پیدا کی گئی ہے۔ اس بشارت کی رُو سے ان دروازوں کے پیشِ نظر جو خدا تعالیٰ کے انعامات کے حصول کے لئے امتِ محمدیّہ پر کھولے گئے ہیں، ہمیں اپنی کوششوں میں وسعت اور شدت پیدا کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ حسبِ وعدہ ہمیں پہلوں سے کہیں زیادہ انعامات کا مستحق بنائے۔ ہمارے دل خدا کی حمد سے معمور اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور صلوات کے جذبات سے پُر ہو جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو"

معذرت

ہفتۂ قرآن مجید کے سلسلہ میں ایک اہم مضمون "قیامت کا ثبوت از روئے قرآن مجید" کاتب کے بیمار نہ ہونے کے سبب قابل اشاعت نہیں ہو سکا جس کے لئے ادارہ احباب جماعت سے معذرت خواہ ہے۔ انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں دے دیا جائے گا۔

(ایڈیٹر بدر)

قرآن کریم میں منافق کی علامات

از مکرم مولوی جاوید اقبال صاحب اختر

آج کے اس مادی دور میں جبکہ ہر طرف جھوٹ۔ دغا۔ فریب اور باہمی منافقت کا دور دورہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام "قرآن مجید" میں (جو نوع انسان کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے) دوست دشمن کی پہچان کے لئے واضح احکام بیان فرما دیئے ہیں۔ یاد رہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مومن وہ ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو اور ہمیشہ صدق و سداد پر قدم مارنے والا ہو۔

منافق کی تعریف

منافق اس شخص کو کہتے ہیں جو کہ دل سے دشمن ہو لیکن اُوپر سے دوست ہو۔ اور جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو۔ اور اس شخص پر یہی واضح کرتا رہے کہ میں تمہارا حقیقی دوست ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں منافقوں کی غیر پسندیدہ حرکات اور ان کی علامات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اُن علامات میں سے چند واضح علامات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی علامت

منافق کا ظاہر اور باطن ایک نہیں ہوتا۔ وہ زبان سے کچھ ظاہر کرتا ہے اور دل میں اس کے مخالف ہوتا ہے۔ چنانچہ ——— خدا تعالیٰ سورۃ البقرہ کی نویں آیت میں فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ہرگز ایمان نہیں رکھتے۔ یعنی اُن کے دل میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے ایمان نہیں لانا مگر زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔

دُوسری علامت

منافق کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ اصلاح کے نام پر معاشرہ میں فساد برپا کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ کی بارہویں آیت میں فرمایا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝

اور جب اُن سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ گویا وہ دھوکہ دہی کے طور پر اپنے آپ کو حقیقی مصلح ظاہر کرتے ہیں اور زمین میں جو فساد پھیلاتے ہیں اس فساد کو بھی اصلاح کا نام دے کر عوام میں مقبول بننا چاہتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کا پردہ جلد ہی چاک ہو جایا کرتا ہے۔

تیسری علامت

منافق کی تیسری علامت یہ ہے کہ وہ ایمان کی سچی حلاوت سے خود بے نصیب ہوتا ہے اس لئے اسے اس کی قدر نہیں ہوتی۔ البتہ اپنی تخریب کاریوں کو ہی ایمان سمجھتے ہیں۔ اور اصل مومنوں کو ابلہ اور کم عقل قرار دیتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ سورہ بقرہ کی چودھویں آیت میں فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جائے کہ اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے۔ ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ۔ ایمان لائے ہیں یاد رکھو یہ جھوٹ بول رہے ہیں وہ خود ہی بے وقوف ہیں گو اس بات کو جانتے نہیں۔ یعنی جب ان کو ایمان لانے کی تحریک کی جائے تو بجائے اس کے کہ خود ایمان لے آئیں دوسرے مومنین کو بے وقوف قرار دے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں۔ پس مومنوں کو بے وقوف کہنا منافقین کی تیسری علامت ہے۔

چوتھی علامت

چونکہ منافق ذوالوجہین ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ دو رُخی پالیسی اختیار کرتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی پندرہویں آیت میں فرمایا ہے:۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ

اور جب وہ ان لوگوں سے ملیں جو ایمان لائے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اس رسول کو مانتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے سرغنوں سے علیحدگی میں ملیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف ان مومنوں سے ہنسی کر رہے تھے۔

پس منافقوں کی چوتھی علامت دو رُخی پالیسی ہے کہ وہ جب مومنوں کی طرف جائیں گے۔ تو کہہ دیں گے کہ ہم تو اس رسول پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی مسلمان اور مومن ہیں اور جب اپنے اصل سرکردوں کے پاس جاتے ہیں تو اُن کو خوش کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم بھی ہم تو ان مومنوں سے مذاق کر رہے تھے۔ دراصل ہم تمہارے ساتھ ہیں

پانچویں علامت

اس کے بعد خدا تعالیٰ سورۃ النساء کی اسیویں آیت میں فرماتا ہے کہ:۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ

جو بھلائی تجھے پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔

اس میں منافق کی پانچویں علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کا یہ طریق ہوتا ہے کہ جب کامیابی نصیب ہو تو اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ آسمانی سلسلہ ہے اس نے تو اس طرح ترقی کرنی ہی تھی لیکن جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہہ دیتا ہے کہ رسول یا خلیفہ سے کوئی غلطی ہوگئی ہوگی۔ دراصل اس سے ان کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس طرح لوگوں کے دلوں سے رسول کی محبت کم ہو جائے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام قوتیں میں نے نیکی کے لئے پیدا کی ہیں لیکن جب بندہ ان کا غلط استعمال کرتا ہے تو دُکھ میں پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے نیکی کو خدا کی طرف اور نقصان کو بندہ کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چھٹی علامت

قرآن نے اس کے بعد منافق کی علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ ۔ (النساء: ۱۳۸)

اور جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر کفر میں اور بھی بڑھ گئے۔ اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔

پس منافق کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ بار بار اقرار کرے گا اور پھر اس کو توڑ دے گا۔ بالآخر انکار میں بہت آگے نکل جائے گا۔

ساتویں علامت

منافق دھوکہ باز ہونے کے ساتھ ساتھ ریاکار اور دینی کاموں میں مستعدی دکھانے کی بجائے کاہل اور سست ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت ۱۴۳ میں فرمایا گیا ہے

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

منافق یقیناً اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ انہیں اُن کے دھوکے کی سزا دے گا۔ اور جب وہ نماز کی طرف جانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سُستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔

یعنی منافق ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی فکر میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح سے خدا تعالیٰ کے کلام کو غلط رنگ میں پیش کر دیا جائے۔ اور لوگوں کو اصل مقصد سے ہٹا دیا جائے۔ اور نماز کو جو کہ چستی سے پڑھنے کا حکم ہے وہ سُستی سے ادا کرنے کی نیت کرے گا۔ اور ہر کام دکھاوے کا ہوگا۔ بظاہر اللہ اللہ کرتا ہوگا لیکن دل سے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کر رہا ہوگا۔

آٹھویں علامت

پھر منافق کو سکونِ قلب اور اطمینان کا مقام حاصل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ متردد رہتا ہے۔ جیسا کہ سورہ نساء کی آیت ۱۴۴ میں فرمایا ہے کہ

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۤ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ

ان کی حالت یادِ الٰہی اور غفلت کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ (باقی صلا پر)

قرآنِ مجید میں حصولِ تقویٰ کے ذرائع

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

تقویٰ کی تعریف

تقویٰ کے لغوی معنی بچنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں متقی اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے آپ کو اُن چیزوں سے بچائے جو اسے آخرت میں ضرر دیں گی۔ علامہ بیضاوی نے اس کے تین مدارج بیان کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ شرک سے بیزار ہو کر عذابِ دائمی سے بچنا۔ دوم۔ ہر اس فعل یا ترکِ فعل سے مجتنب رہنا جو گناہ میں مبتلا کر دے۔ اور سوم ہر اس چیز سے دُور رہنا جو یادِ الٰہی سے غافل کر دے۔ اور خدا تعالیٰ کے تصور میں مستغرق ہو جانا۔ یہی حقیقی تقویٰ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقویٰ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے۔ یعنی اُن کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۲)

تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید

قرآن مجید نے تقویٰ پر جس قدر زور دیا ہے اور بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں بعض بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں اور پھر سارے کلامِ پاک میں اُن کی مختلف پیرایوں میں تشریح و توضیح فرمائی گئی ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دراصل قرآن مجید کا ہر حکم اور ہر آیت کسی نہ کسی رنگ میں تقویٰ کی طرف ضرور راہنمائی کرتی ہے۔ اور اس تاکید کی وجہ یہی ہے کہ ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے!
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے۔ اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں یہ بھید ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصنِ حصین ہے۔" (ایام الصلح ص۱۰۵)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

"یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔" (کشتی نوح ص۱۲)

حصولِ تقویٰ کی بنیاد

قرآنِ مجید نے حصولِ تقویٰ کے لئے پانچ اہم باتوں پر بنیاد رکھی ہے جس کا ذکر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں یوں کیا گیا ہے کہ:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (البقرہ: ۳ تا ۶)

ان آیاتِ کریمہ میں متقیوں کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہ دراصل حصولِ تقویٰ کے بنیادی امور اور ذرائع ہیں۔

(۱)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہلا بنیادی اُصول یہ بیان فرمایا ہے کہ "یؤمنون بالغیب" یعنی غیب پر ایمان لانا۔ خواہ یہ ایمان بالغیب ہستی باری تعالیٰ سے تعلق ہو یا اُس کے فرشتوں سے متعلق ہو۔ یا اس کی نازل کردہ شریعت سے یا رسول کی رسالت سے یا بعث بعد الموت سے متعلق ہو۔ اور یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس پر تقویٰ کی تمام عمارت کا دارومدار ہے۔ اور اسی کے نتیجہ میں دیگر اعمالِ صالحہ بجا لانے کی توفیق ملتی ہے۔

(۲)۔ دوسرا بنیادی اُصول خدا تعالیٰ نے "ویقیمون الصلوٰۃ" بیان فرمایا ہے یعنی نمازوں کا قائم کرنا۔ جب تک عبادت و ریاضت کا پاکیزہ پانی انسانی روح کو سیراب نہیں کرتا تب تک تقویٰ کے پودے میں بالیدگی نہیں آسکتی اور نہ اس کی نشوونما ہو سکتی ہے۔

(۳) تیسرا بنیادی اصول ہے "ومما رزقنٰھم ینفقون" یعنی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہر قسم کی استعدادوں اور صلاحیتوں کو خلقِ خدا کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا۔ خواہ مالی طور پر یا علمی رنگ میں یا جان کی قربانی دے کر یا روحانی اصلاح کر کے۔ اگر یہ چیز اختیار نہ کی جائے تو اس کی مثال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس ریگ زار کی مانند ہے جو نہ تو بارش کا پانی روک کر مخلوقِ خدا کو سیراب کر سکتا ہے اور نہ کچھ روئیدگی اُگا سکتا ہے۔ پس خداداد صلاحیتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لانا حصولِ تقویٰ کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر اللہ تعالیٰ نے "یؤمنون بما انزل الیك ..... الآیہ" میں ہمیں ایک اور اہم اصول کی راہنمائی فرمائی ہے اور وہ یہ کہ انسان اس مضبوط یقین پر قائم ہو کہ اس کی انفرادی و اجتماعی، دنیوی اور روحانی زندگی کی ترقی و اصلاح اور فلاح و بہبود خدا کی نازل کردہ شریعت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے بنا ممکن نہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان محض اپنی عقل کے بل بوتے پر نہ تو پاکیزگی اختیار کر سکتا ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر سکتا ہے۔ سچ ہے ؎

عقل اندھی ہے اگر نیرِ الہام نہ ہو

(۵) ایک اور بنیادی اصول یہ بھی بتایا کہ "وبالاٰخرۃ ھم یوقنون" یعنی جب تک انسان کو یہ یقین نہ ہو کہ مرنے کے بعد اس کے اعمال سے متعلق اس سے بازپرس کی جائے گی اس کا حساب و کتاب لیا جائے گا تب تک انسان نہ تو صحیح رنگ میں نیکی اختیار کر سکتا ہے اور نہ ہی حصولِ تقویٰ کے لئے کوشش کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی رنگینیٔ طبع میں یہی گنگناتا رہے گا کہ ؎

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

حصولِ تقویٰ کے ذرائع

مذکورہ پانچ اہم بنیادی اصولوں کے پیشِ نظر تقویٰ کے حصول کے ذرائع کی تلاش میں جب قرآن مجید کا مزید مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں تفصیلی طور پر مندرجہ ذیل ذرائع تقویٰ کا علم حاصل ہوتا ہے جنہیں اختیار کر کے انسان اپنے اعلیٰ و ارفع مقصود کو حاصل کر سکتا ہے۔

خشیّتِ الٰہی

مذہب اور روحانیت کا بنیادی اور مرکزی نقطہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس پر یقین و ایمان نیکیوں پر قائم ہونے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے ذہن میں خدا تعالیٰ کا کامل تصور ہو۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید نے نہایت تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا جامع نقشہ پیش کیا ہے تاکہ اس کی معرفت کے نتیجہ میں انسان کے دل میں خشیتِ الٰہی پیدا ہو۔ کیونکہ خشیتِ الٰہی کے اختیار کرنے سے انسان ریاکاری سے بچ جاتا ہے اور اس کا ہر فعل و عمل خالص خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو جاتا ہے۔

پس خشیتِ اللہ کے لئے حقیقی علم و عرفان کا ہونا ازحد ضروری ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: ۲۹)

یعنی حقیقی علم و عرفان رکھنے والے ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ دُعا سکھائی:۔

"وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا"

(طٰہٰ: ۱۱۵)

کہ اے اللہ مجھے علم میں ترقی عطا فرما۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور ایمان حصولِ تقویٰ کا زبردست ذریعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب بیان فرمایا ہے کہ:۔

"یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں دنیا کی بے جا عیاشیوں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارقِ عادت کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دُنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پرواہ ہونا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔"

(نزول المسیح ص۹۱)

اطاعت رسول

قرآن مجید نے حصولِ تقویٰ کا ایک اہم ذریعہ رسولوں پر ایمان اور ان کی اطاعت بیان فرمایا ہے کیونکہ رسول کا وجود خداشناسی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پھر تمام انبیاء میں سے آخری صاحبِ شریعت نبی اور خاتم النبیین ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بارے میں خود قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (سورۃ آل عمران: ۳۲) کہ اگر تم محبوب خدا بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (نساء: ۸۱) لہٰذا جو شخص رسول کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہیں رکھتا وہ نہ تو تقویٰ اختیار کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ بامراد ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (نور: ۵۳) یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں وہ بامراد ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۳)

عبادات و ذکرِ الٰہی

حصولِ تقویٰ کیلئے عبادات اور ذکرِ الٰہی بھی انتہائی ضروری ہیں۔ عبادات میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ شامل ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید نے نہایت تفصیلی احکام بیان فرمائے ہیں یہاں صرف اشارۃً چند باتیں بیان کی جائیں گی۔ نماز کے بارے میں فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (عنکبوت: ۴۶) یقیناً نماز سب بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے۔ نماز کی یہ صفت ہے کہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے سو تم ویسی نماز تلاش کرو۔ اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ آتے ہیں۔ سو اس کو سنوار کر ادا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۶)

روزہ کے بارے میں حکم دیتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اس کا نتیجہ یہ بیان فرمایا ہے کہ لعلکم تتقون یعنی روزہ رکھنا تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح حج اور زکوٰۃ بھی ہیں جو تقویٰ کی راہوں کو استوار کرتے اور تزکیۂ نفس پیدا کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا بھی حصولِ تقویٰ کیلئے بہت ممد و معاون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ الذین یذکرون اللہ قیامًا و قعودًا و علیٰ جنوبھم۔ (آل عمران: ۱۹۲) وہ کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ افضال و انعاماتِ الٰہیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ذکرِ الٰہی بجا لانا از حد ضروری ہے ورنہ جو دم غافل سو دم کافر والی بات ہی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ؎

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

حلال اور طیب غذا

موجودہ سائنٹفک دور میں اس امر پر لمبی چوڑی دلیلیں دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ غذاؤں کا انسانی جسم اور روح پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ صحت جسمانی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی پرورش کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے یہ حکم دیا کہ فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا (نحل: ۱۱۵) یعنی تم اپنی غذا میں دو باتوں کا ضرور خیال رکھو ایک تو یہ کہ وہ غذا حلال ہو جسے خدا نے منع نہ فرمایا ہو اور دوسرے یہ کہ وہ تمہاری طبیعت کے موافق اور صاف ستھری ہو۔ اس حکم کا فلسفہ ایک دوسری جگہ یوں بیان فرمایا کہ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً (مومنون: ۵۲) یعنی پاکیزہ اور صاف ستھری چیزیں کھانے کے نتیجہ میں اعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ اس لئے حلال اور طیب غذا بھی تقویٰ کے لئے بے حد ضروری ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ کے بغیر تقویٰ کا تصور ہی بے معنی چیز ہے۔

آخرت پر یقین

حصولِ تقویٰ کا ایک اہم ذریعہ آخرت پر یقین ہے جس کے مفقود ہونے سے انسان گناہوں پر دلیر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر مختلف رنگوں میں آخرت کو مدنظر رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور جب انسان آخرت اور اس کی باتوں کو قصہ اور داستان سمجھتا تو سمجھ لو کہ وہ رد ہو گیا۔ اور دونوں جہانوں سے گیا گذرا ہوا۔ اس لئے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو خائف اور ترساں بنا کر معرفت کے سچے چشمہ کی طرف کشاں کشاں لے آتا ہے اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۳)

انفاق فی سبیل اللہ

جیسا کہ ابتداء میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ تقویٰ کے حصول کے لئے حسب توفیق اپنی اپنی استعدادوں کو خرچ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بخل کے نتیجہ میں سماج کے اندر بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور جو شخص راہِ خدا میں کچھ بھی خرچ نہیں کرتا وہ آخر کار ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہدایت سے محروم شخص تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا اسی لئے قرآن مجید نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔

پابندیٔ عہد

ایفائے عہد بھی حصولِ تقویٰ کا ایک ذریعہ ہے۔ عہد خواہ اللہ تعالیٰ سے کیا گیا ہو یا اس کے بندوں سے۔ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اور قومی اس کی پابندی کرنا اور اس کو نبھانا ایک ایسا خلق ہے کہ جس کی رعایت نہ کرنے کے سبب ایک طرف تو وہ فرد یا قوم بے اعتبار ہو جاتی ہے اور دوسری طرف فساد فی الارض کا دروازہ کھل جاتا ہے جس کے نتیجہ میں روحانیت [illegible] ہو جاتی اور دم توڑ دیتی ہے اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ:۔

"وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا۔ (بنی اسرائیل: ۳۵) یعنی اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ ہر عہد کی نسبت جواب طلبی ہوگی۔

ثبات و استقلال

ایک اور ذریعہ حصولِ تقویٰ کا صبر و ثبات اور مستقل مزاجی ہے۔ یعنی انسان پر کس قدر ہی تنگی کا دور کیوں نہ آئے، مخالفتوں اور مصائب کے کتنے ہی پہاڑ کیوں نہ ٹوٹیں اس کے قدم ذرہ بھر نہ ڈگمگائیں اور نہ وہ تلون مزاجی سے کام لے بلکہ راضی برضائے الٰہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل نیک انسان کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ۔ (بقرہ: ۱۷۸) کہ وہ تنگی، بیماری اور جنگ کے وقت برداشت سے کام لیتے اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ ایسے وقت میں بھی خدا اور اس کے دین سے اُن کا تعلق نہیں ٹوٹتا۔ ایسے لوگوں کو خدا کا پیار اس کا قرب اور اس کی تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کہ فرمایا "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" (بقرہ: ۱۵۴)

صدق

صدق یعنی سچائی اور راستبازی بھی حصولِ تقویٰ کا ایک ذریعہ ہے۔ اور سچ بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقعہ وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو۔ اس کے نتیجہ میں ایک تو خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسرے بہت سی نیکیوں کے بجا لانے کی توفیق ملتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں کئی مقامات پر جھوٹ کو ترک کرنے اور سچ کے اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ: ۱۱۹) یعنی راستبازوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔

فروتنی اور انکساری

خشوع، فروتنی اور انکساری اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کو بلندی درجات عطا ہوتی ہے۔ لہٰذا تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو تکبر و غرور سے بچائے۔ یہ تکبر ہی کا نتیجہ تھا کہ ابلیس راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رحمٰن خدا کے بندے وہ ہوتے ہیں جو یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (الفرقان: ۶۴) زمین پر آہستہ چلتے ہیں یعنی تکبر کے ساتھ نہیں چلتے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۰ (لقمان: ۱۹) یعنی اپنے گالوں کو لوگوں کے سامنے (غصّہ سے) مت پھلا۔ اور زمین میں تکبر سے مت چل۔ یقیناً اللہ ہر شیخی کرنے والے اور فخر کرنے والے سے پیار نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے؎

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے
تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفت جو شرطِ دین ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن مجید پڑھنے کی برکات

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

دنیا میں بے شمار علوم پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر تاریخ کا علم ہے۔ جغرافیہ کا علم ہے، سائنس، حساب، منطق، فلسفہ، ادب کا علم ہے۔ اقتصادیات اور سیاسیات کا علم ہے، ہیئت اور طبقات الارض کا علم ہے اسی طرح علم موسیقی ہے، علم قیافہ ہے پھر روحانیات کا علم ہے، اخلاقیات کا علم ہے، تصوف کا علم ہے، غرضیکہ بے شمار علوم ہیں اور پھر ان علوم کی آگے کئی کئی شاخیں ہیں۔ کئی اصناف ہیں، اور ہر نوعِ علم پر ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔

ایک انسان جو اس دنیا میں ایک محدود زندگی لیکر آتا ہے اپنی اس مختصر سی زندگی میں، ان تمام علوم پر دسترس حاصل کرنا تو درکنار پورے طور پر ان کا تعارف بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ زیادہ سے زیادہ کوئی منطق میں مہارت حاصل کرلے گا، یا سائنس دان بن جائے گا، یا مورخ بن جائے گا، یا ریاضی دان بن جائے گا۔ لیکن کسی ایک علم کی کتب کے مطالعہ سے، کسی ایک یا دو علوم پر دسترس حاصل کرلینے سے وہ اپنی زندگی کے اعلیٰ و ارفع مقصد کو نہیں حاصل کرسکتا۔ وہ خالقِ حقیقی کا حقیقی عرفان نہیں حاصل کرسکتا۔ بلکہ وہ اپنی ذاتی زندگی کی حقیقت اور کائناتِ عالم کی پیدائش کی کنہہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسی کتاب کا مطالعہ نہ کرے، کسی ایسے نوشتے پر عبور نہ حاصل کرے جو تمام علوم پر حاوی ہو۔ جو تمام علوم کا منبع ہو، جس میں مادی و روحانی علوم کے اصل الاصول بیان کر دیئے گئے ہوں۔ اور جس میں قیامت تک ہونے [illegible] واقعات اور حادثات اور نت نئے پیدا ہونے والے علوم کا ذکر پوشیدہ ہو اور ظاہر ہے ایسا اعلیٰ وارفع اور ذی شان اور مذکورہ خصوصیات کا حامل کلام تیار کرنا انسانی طاقت سے بالا ہے۔ ہاں خدائے علیم و خبیر کی ذات جس کے آگے ماضی و حال و مستقبل کا کوئی امتیاز نہیں ایسا کلام اتارنے پر قادر ہے۔ چنانچہ اس نے انسان کی فلاح و بہبود اور راہ نمائی کے لئے آج سے چودہ سو سال قبل ایک اُمّی پر جو لکھنے پڑھنے سے بالکل نا آشنا تھا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عظیم الشان کلام نازل فرمایا جس کی نظیر پیش کرنے سے ساری دُنیا عاجز آگئی ؎

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

آج اسی عظیم الشان الٰہی نوشتہ قرآن مجید کے پڑھنے کی بے شمار برکات میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے۔ جو "کتابٌ مکنون" ہے۔ جو تمام علوم کا منبع ہے۔ جس کا ظاہری حُسن ایسا کہ ہر ہر لفظ کانوں میں رس گھولنے والا، جس کی ہر عبارت دلوں میں اثر کرجانے والی، جس کی ہر سورت گویا ایک خوبصورت باغ ہے جس کی ہر آیت گویا ایک ثمردار شجرۂ طیبہ ہے۔ جس کی جڑ پاتال میں اور چوٹیاں گویا آسمان کو چھو رہی ہیں۔ اور ہر شاخ اثمارِ شیریں سے لدی ہوئی ہے اسی طرح باطنی اور معنوی طور پر قرآن کریم ہر ذوقِ سلیم کو اس کے ذوق کے مطابق مہمانی کی دعوت دے رہا ہے کہ اگر کوئی تصوف سے دلچسپی رکھتا ہے تو وہ اس کتاب کو پڑھے اگر کوئی اخلاقیات میں کامل بننا چاہتا ہے تو وہ اس کتاب کو پڑھے۔ اگر کوئی اقتصادیات سے دلچسپی رکھتا ہے تو وہ اس کتاب کو پڑھے۔ اگر کوئی علم تاریخ سے دلچسپی رکھتا ہے تو وہ اس کتاب کو پڑھے اور کوئی سیاسیات میں ماہر بننا چاہتا ہے تو وہ اس کتاب کو پڑھے۔ اگر کوئی فلسفہ کا دلدادہ ہے تو وہ قرآن کے فلسفہ سے حظ اٹھائے۔ غرضیکہ اے قاریٔ قرآن! وہ کونسی خوبی ہے جو اس میں نہیں۔ وہ کونسا حُسن ہے جو اس میں نہیں۔ پڑھنے کے اعتبار سے یہ نہایت آسان، حفظ کرنے کے لحاظ سے یہ نہایت سہل، اور علومِ ظاہری و باطنی سے معمور ایک حسین مرقع ہے یہ قرآن کریم ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:-

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (سورہ حجر: ۲)

یعنی یہ آیاتِ کریمہ، یہ علم و حکمت کے خزائن یہ اسرارِ قدرت کے مدائن، یہ چمنِ روحانیت کے سرو و شمشاد، یہ پیارے خدا کے پیارے کلمات طیبات جو مقدس ترین وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے ہوئے ہر زمانہ میں کتاب کی شکل میں دُنیا کے سامنے پیش کئے جاتے رہیں گے اور دنیا ان کو بکثرت پڑھا کرے گی جیسا کہ لفظ "کتاب" اور "قرآن" میں بطور پیشگوئی بیان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ دُنیا میں بجز قرآن کریم اور کوئی کتاب نہیں جو اس کثرت کے ساتھ پڑھی جاتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے۔ اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی۔ اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔"

(ملفوظات جلد ۲ ص ۱۲۲)

(۱) قرآن کریم پڑھنے کی سب سے پہلی برکت تو یہ ہے کہ خالقِ حقیقی کا حسین و جمیل چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفاتِ حسنہ کا جو نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے وہ دُنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں مل سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا عرفان حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم کا پڑھنا ازبس ضروری ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا مُنہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہو گیا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۲۸)

(۲) قرآن کریم نے انسان کی نجات کی راہیں کھول کھول کر بتادی ہیں پس جو شخص قرآن کریم کو پڑھتا ہے وہ گویا نجات کے دروازے اپنے لئے کھول لیتا ہے۔ اور اپنی اس دنیوی زندگی کو سنوار لیتا ہے اور اُخروی زندگی کے لئے بھی توشہ تیار کر لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مخاطب کرکے فرمایا الخیر کلّہٗ فی القراٰن تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہی ہیں ...... خدا نے تم پر بہت احسان کیا جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے"

(کشتی نوح ص ۳۶-۳۷)

(۳) حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعلق کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو آپ نے نہایت جامع جواب دیا اور فرمایا کان خلقہ القراٰن یعنی آپ کی سیرت، آپ کے اخلاق کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو قرآن کریم کو پڑھو، جن اخلاق کی قرآن کریم نے راہ نمائی کی ہے وہی اخلاق آنحضرت صلعم میں تھے۔ پس قرآن کریم کے پڑھنے کی ایک یہ بھی بہت بڑی برکت ہے کہ اس کا پڑھنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور آپ کی اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی کی تصویر اپنی زندگی میں کھینچ سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کرسکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کرسکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔"

(کشتی نوح ص ۵۴)

(۴) حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اقرؤا القراٰن فانّہ یاتی یوم القیامۃ شفیعًا لاصحابہ۔

(مسلم)

یعنی قرآن کریم کو پڑھا کرو کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والوں کی قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔

(۵) اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-

"خیرکم من تعلّم القراٰن وعلّمہ"

یعنی تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو خود قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ حرفًا من کتاب اللہ فلہٗ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا۔ لا اقول الٓمٓ حرف ولٰکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف۔ (ترمذی)

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو شخص کتاب اللہ میں سے ایک حرف بھی پڑھے گا اس کے لئے ایک نیکی شمار کی جاتی ہے۔ اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ اور فرماتے ہیں میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے۔ اور میم ایک حرف ہے سبحان اللہ! کتنی عظیم الشان خوش خبری ہے اور کتنی بے شمار برکات ہیں قرآن کریم پڑھنے کی، کہ ایک حرف جو پڑھتا ہے گویا اس نے دس نیکیوں کا ثواب حاصل کیا۔ اور اس طرح ایک انسان قرآن کریم کے تھوڑے حصے کی تلاوت کرے تو سینکڑوں ہزاروں نیکیوں کا ثواب کما سکتا ہے۔ اور کتنا بدنصیب ہے وہ انسان جو اپنے آپ کو اس قدر ثواب سے محروم رکھتا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

(الحشر: ۲۲)

یعنی قرآن کریم کی ایسی زبردست تاثیر ہے کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر اُتارا جاتا تو تُو دیکھتا کہ خشیتِ الٰہی کے سبب وہ بھی پاش پاش ہو جاتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صرف قرآن کریم کی تلاوت نے بے شمار سخت دلوں کو جو خدائے واحد اور اس کے رسول پاک کے سخت دشمن تھے ایسا نرم کر دیا کہ محبتِ الٰہی اور عشقِ الٰہی کی نہریں ان کے دلوں سے پھوٹ پڑیں۔ صرف دو مثالیں اس ضمن میں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں

(۱) — حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدا میں اسلام سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے تو اس قدر جانی دشمن ہو گئے کہ ایک دن ننگی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے کہ چل کر محمد صلعم کا ہی خاتمہ کر دیں (نعوذ باللہ) خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ راستے میں کسی نے کہا کہ پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی تو خبر لے لو جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ چنانچہ نہایت غصہ کی حالت میں اپنی بہن کے گھر گئے۔ اور وہاں کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ کہنے لگے وہ کلام لاؤ جو تم لوگ ابھی پڑھ رہے تھے چنانچہ نہا دھو کر نہایت مرعوب دل کے ساتھ سورہ طٰہٰ کے پہلے رکوع کی تلاوت کرنے لگے۔ اور جب اس آیت کریمہ پر پہنچے کہ

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ...... الآیہ

تو ان کی سوئی ہوئی فطرت بیدار ہو گئی اور بے اختیار ہو کر بول اٹھے "یہ کیا عجیب اور پاک کلام ہے" پھر کہا کہ مجھے ابھی محمد صلعم کا راستہ بتاؤ۔ چنانچہ سیدھے دار ابی ارقم پہنچے اور جا کر اسلام قبول کر لیا۔

اللہ! اللہ!! کیسا ذی شان ہے یہ کلام کس قدر موثر ہے یہ بیان! کہ ایک وہ شخص جو آنحضرت صلعم کے قتل کے ارادہ سے گھر سے نکلا تھا قرآن کریم نے اس پر ایسا اثر کیا کہ آپ کی غلامی کا جُوا اپنی گردن پر رکھ کر واپس ہوا۔

(۲) — قرآن کریم کی عظیم الشان تاثیر کے کفار بھی دل سے قائل تھے۔ اور اسی وجہ سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ اس کلام کو سُن نہ لیں۔ کیونکہ اگر سُن لیں گے تو فوراً متاثر ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا یہ طریقہ بنا رکھا تھا کہ جہاں بھی تلاوتِ قرآن کریم ہو رہی ہو وہاں شور مچا دیتے تھے تاکہ دوسرے سُن نہ سکیں۔

طفیل بن عمرو جو قبیلہ دوس کے ایک معزز رئیس تھے ایک دفعہ مکہ کی طرف آئے۔ قریش کو فکر ہوا کہ کہیں آنحضرت صلعم سے نہ ملاقات ہو جائے اور مسلمان نہ ہو جائے چنانچہ پہلے ہی سے انہیں خبردار کر دیا کہ "تم ہمارے شہر میں ایسی حالت میں آئے ہو کہ یہاں ایک شخص ہم میں سخت فتنہ اور تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ اس کی باتیں باپ کو بیٹے سے، بھائی کو بھائی سے، خاوند کو بیوی سے جُدا کر دیتی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ تم اس کی ساحرانہ باتیں سنو اور متاثر ہو جاؤ۔" (بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین جلد اوّل) چنانچہ انہوں نے ان باتوں کا اتنا اثر لیا کہ اپنے کانوں میں رُوئی ٹھونس لی۔ کہ کہیں وہ ساحرانہ کلام کانوں میں نہ پڑ جائے۔ اسی حالت میں ایک دن مسجدِ حرام میں آئے۔ تو دیکھا کہ ایک کونے میں آنحضرت صلعم کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہ منظر انہیں بھلا معلوم ہوا۔ تب ان کی ضمیر نے جھنجھوڑا کہ کانوں میں روئی ٹھونسنے سے کیا فائدہ۔ اس کلام کو سُن لو۔ اگر اچھا ہوا مان لینا، بُرا ہوا تو انکار کر دینا۔ چنانچہ قریب آئے اور قرآن کریم کی تلاوت سُنی۔ طبیعت پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ نماز سے فراغت کے بعد آنحضرت کے ساتھ ہو لئے۔ اور عرض کیا کچھ مجھے اپنی باتیں سُنائیے۔ آنحضرت صلعم نے انہیں تبلیغ کی اور کلامِ الٰہی سُنایا جس کا وہی اثر ہوا جس سے کفارِ مکہ ڈراتے تھے۔ یعنی وہ اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا اور سُننا بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی جو باقاعدہ تحریک جاری فرمائی ہے اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ تا اس کی برکتوں سے ہم اپنے گھروں کو بھر لیں اور اس کے نور سے اپنے سینوں کو منور کر لیں۔ اور پھر اس عظیم الشان اور بابرکت تحریک کے نتیجہ میں ساری دنیا میں انوارِ قرآنی پھیل جائیں گے۔ خدا کرے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد قرآن کریم کا پڑھنے والا۔ سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بن جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"...... ان سب کتابوں کو چھوڑ دو۔ اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے، ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کریم کے شغل و تدبّر میں جان و دل کے ساتھ مصروف ہو جائیں۔ ...... اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فارسی اشعار میں فرماتے ہیں ؎

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت
عذرے دگر ترا بکتاب یگاں نماند
اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں بیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

یعنی اگر آج کے دن تیرا دل قرآن کے لئے نہیں جلتا تو پھر خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اے بے خبر! خدمتِ فرقاں کے لئے کمر باندھ لے۔ اس سے پہلے کہ آواز آئے کہ فلاں شخص چل بسا۔

اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں کو انوارِ قرآنی سے بھر دے اور ہمیں مقدور بھر خدمتِ قرآن بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٭

سو فیصدی بجٹ پورا کرنے والی جماعتوں کیلئے
حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی دُعا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ان جماعتوں کی فہرست پیش کی گئی جنہوں نے بجٹ لازمی چندہ جات ۷۳-۱۹۷۲ء سو فیصدی پورا کیا تھا یا اسی فیصد سے زائد ادائیگی کی تھی۔ اور درخواستِ دُعا کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان جماعتوں کے تمام عہدیداروں اور چندہ دہندگان کو جزائے خیر دے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دُعا فرمائی اور فرمایا:۔

"اللہ تعالےٰ سب کو احسن جزاء دے۔ اپنی رحمتوں سے نوازے۔"

کیا آپ کی جماعت بھی اُن خوش نصیب جماعتوں میں سے ہے؟ اگر نہیں تو ابھی سے موجودہ مالی سال کے بجٹ کو سو فیصدی پورا کرنے کا تہیہ کر لیں تاکہ آئندہ آپ بھی حضور انور کی دُعا حاصل کر سکیں اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے آمین۔ (ناظر بیت المال آمد قادیان)

احمدی بچوّں کے لیے ایک مثال!

اخبار بدر کی سابقہ اشاعت میں اختصار سے ذکر کیا گیا ہے کہ عزیز مصلح الدین سعدی نبیرہ الحاج منشی شمس الدین صاحب کلکتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تشریف لائے اور عزیز موصوف نے کچھ رقم اپنے جیب خرچ کی چندہ وقف جدید میں جمع کرائی تھی۔

مکرم سید بدر الدین احمد صاحب انسپکٹر وقف جدید کو عزیز موصوف کلکتہ میں اپنے مکان پر لے گئے۔ اور حسب سابق اپنا ڈبہ چندہ وقفِ جدید کے لئے پیش کیا۔ جسے توڑنے پر مبلغ ۴۶-۱۰ روپے برآمد ہوئے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

میں احبابِ جماعت کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اپنے گھروں میں بچوں کو ایک ایک ڈبہ دے دیں۔ تاکہ وہ اپنے جیب خرچ سے روزانہ کچھ رقم اس ڈبہ میں ڈال دیا کریں۔ اس طرح نہ صرف چندہ جمع ہوتا رہے گا۔ بلکہ بچپن سے بچوں کو سلسلہ کے لئے اموال پیش کرنے اور ایثار و قربانی کی عادت پڑ جائے گی۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

حقوقِ والدین

از مکرم سمیع اللہ صاحب زاہد شاہد مربی ربوہ

انسان پر دو قسم کے حقوق واجب الادا ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق العباد میں سب سے زیادہ اہم والدین کے حقوق ہیں۔ والدہ کے حقوق کی اہمیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ "اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ" جنت ماں کے پاؤں تلے ہے۔ یعنی والدہ کی خدمت کرکے اور ان کی اطاعت واحترام کے نتیجہ میں انسان خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بڑا انعام انسان کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔

والد کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ آنحضورؐ کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے فرمایا

"اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ۔" (ترمذی)

یعنی والد جنت کے مضبوط ترین دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اگر تو اس دروازہ سے جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو والد کی خدمت کر ورنہ تو اس دروازہ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ اور یہ دروازہ تیرے لئے بند کر دیا جائے گا۔

خدا تعالیٰ نے والدین کی اطاعت و احترام کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے اور اُن کی خدمت کو بہت بڑے ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ اور ان کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ شرک کے سوا باقی تمام امور میں والدین کی انتہائی اطاعت و فرمانبرداری کے احکام دیئے ہیں۔ فرمایا:-

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَ اِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

(العنکبوت آیت ۹)

ہم نے انسان کو اپنے والدین کیساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات پر بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک قرار دے حالانکہ اس کا تجھے کوئی علم نہیں تو تو ان کی فرمانبرداری نہ کر کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں تم کو تمہارے نیک اور بد اعمال سے اس وقت آگاہ کروں گا۔

اس آیت میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کو بمنزلہ حکم کے قرار دیا ہے اور آیت کے آخری حصہ میں یہ بھی بیان فرما دیا کہ اس کا تارک گنہگار ہے جو قیامت کے دن قابل مواخذہ ہے

اللہ نے ایک دوسری جگہ بیان فرمایا ہے کہ مشرک والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان سے احسان کا سلوک کرنا بھی واجب ہے سوائے اُن کے مشرکانہ احکامات کے۔ فرمایا

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔

(سورہ لقمان آیت ۱۶)

یعنی مشرک والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے۔ دین کے معاملہ میں ان کی اطاعت نہ کی جائے دنیاوی معاملات میں اپنا پروگرام ان کے مشوروں کی روشنی میں بنایا جائے۔

حدیث میں آتا ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ مشرکہ تھیں وہ اپنے دوسرے خاوند کے ساتھ مدینہ آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ ان کی خدمت کریں۔ آپؐ نے فرمایا تم ان کی خدمت خوب کرو۔ اور اُن سے احسان کا معاملہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان سے حسنِ سلوک کرنا ان پر احسان نہیں بلکہ ان کے ان احسانات کا کسی حد تک بدلہ چکانا ہے جو انہوں نے بچپن میں اس پر کئے۔ فرمایا:-

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (سورہ احقاف آیت ۱۶)

نیز فرمایا:-

وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۵)

یعنی والدین سے نیک سلوک کرو۔ اور ان کی خدمت کرو۔ کیونکہ انہوں نے بچپن میں تمہاری پرورش کی۔ اور ماں نے تکلیف کے ساتھ تمہیں اُٹھایا اور تکلیف سے تمہیں جنا۔ اور ایام رضاعت میں تمہیں دودھ پلایا۔ اس وقت تمہاری حفاظت کی جب کہ تم ایک کونپل کی طرح نازک تھے اور والدہ کی معمولی سی غفلت و کوتاہی تمہیں ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم کر سکتی تھی۔ اس نے تمہیں آرام و آسائش مہیا کی اور خود تکالیف اٹھائیں۔ اپنے سایۂ عاطفت میں تمہیں پروان بڑھایا۔ اب تمہارے لئے یہ لازم ہے کہ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔

(بنی اسرائیل ۲۵)

کہ رحم کے جذبہ کے تحت ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کرو۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو۔

طبعی بات ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے حسنِ سلوک کا معاملہ کرتا ہے تو دوسرا شخص چاہتا ہے کہ اس کے احسان کا بدلہ چکایا جائے۔ اسلامی تعلیم بھی یہی ہے کہ اگر کوئی تم پر احسان کرے تو تم اس سے بھی بہتر معاملہ کرو۔ یا کم از کم اس جیسا معاملہ کرو۔ پس والدین سے حسنِ سلوک، اور اُن کی اطاعت و فرمانبرداری اس طور پر بھی لازم ہے کہ ان کے احسانات کا کسی حد تک شکریہ اس طور پر ادا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک تعلیم یہ دی ہے کہ والدین کے لئے دعائیں کی جائیں۔ فرمایا قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ حقیقت یہ ہے کہ اولاد والدین کے بعد اُن کے لئے صدقۂ جاریہ ہوتی ہے، نیکی کے کاموں کو جاری رکھنا اور اُن کی طرف سے رفاہِ عامہ کے کام کرنا یہ سب چیزیں ان کے بلندی درجات کا موجب ہیں۔ اور کرنیوالا انسان اپنے ان اعمال کا خود بھی خدا تعالیٰ کے حضور سے اجر پاتا ہے گویا ایک کام ایک خاص جذبہ سے کرنے سے اس کے والدین کیلئے بلندی درجات کا موجب بنتا ہے اور اس کے لئے اپنے ثواب کے حصول کا موجب۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی والدین کے لئے دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا:-

"والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ اگر دین اور رضائے الٰہی کو مقدم کرنے کے لئے والدین سے الگ ہونا پڑے تو یہ ایک مجبوری ہے۔"

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۱)

آپؑ نے حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی سے اُن کے ہندو والدین کی خیریت دریافت فرمائی اور فرمایا:-

"اُن کے حق میں دعا کیا کرو ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہیئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھا کر اسلام کا قائل کرو...... دل وجان سے ان کی صداقت کی خدمت بجالاؤ۔"

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس حد تک والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا:-

"اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

یعنی ان کے احکامات کی اطاعت وفرمانبرداری تو کیا انہیں کسی عام معاملہ میں بھی کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہو بلکہ مناسب رنگ میں اُن کے ادب اور ان کے مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن سے بات کرو۔

علماء و فقہاء نے تو ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد جائز نہیں حدیث ہے:-

جاء رجلٌ الی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یستاذنہ فی الجهاد فقال اَحیٌّ والداك قال نعم قال ففیهما فجاهد

(مسلم کتاب البر والصلۃ)

یعنی ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے سوال فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جا! اُن کی خدمت کر۔ ان کے حقوق ادا کر یہی تمہارا جہاد ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ والدہ انسان کے حسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔ ایک حدیث ہے کہ :-

جاء رجل الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من احق الناس بحسن صحابتی، قال اُمّک۔ قال ثم من؟ قال اُمّک۔ قال ثمّ من؟ قال اُمّک قال ثم من قال ابوک۔ (بخاری)

یعنی ایک آدمی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں سب سے زیادہ حسنِ سلوک کس سے کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے، اس نے پوچھا اس کے بعد کس کا درجہ ہے آپؐ نے فرمایا تیری ماں کا۔ اس نے کہا پھر کون مستحق ہے فرمایا تیری ماں اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا پھر تیرا باپ۔

فقہاء نے درجات کی مندرجہ ذیل ترتیب قرار دی ہے :-

ماں، باپ، بیوی، اولاد، دوسرے رشتہ دار، دیگر احباب وغیرہ۔

حدیث میں آیا ہے کہ تین دُعائیں خدا تعالیٰ کے حضور بہت جلد قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ مسافر کی دُعا۔ مظلوم کی دُعا۔ اور والد کی دُعا اپنی اولاد کے لئے (ترمذی)

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد۔ (ترمذی)

یعنی خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے والدین کی رضا حاصل کرو۔ اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لئے والدین کی ناراضگی سے بچو۔ اسی طرح فرمایا کہ والد کے احسان کا بدلہ کسی صورت میں بھی ادا نہیں کیا جا سکتا

الّا ان یجدہ مملوکًا فیشتریہ فیعتقہ۔ (مسلم)

سوائے اس کے کہ والد کو غلام پائے اس کو خرید کر آزاد کر دے۔

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ ثم رَغِمَ اَنْفُہٗ مَن ادرک ابویہ عند الکبر احدھما او کلیھما فلم یدخل الجنۃ۔ (مسلم)

وہ انسان تباہ و برباد ہو گیا جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ تین آدمی سفر پر جا رہے تھے۔ وہ تینوں موسم کی خرابی کی وجہ سے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ ایک پتھر اوپر سے لڑھک کر غار کے منہ پر آ گرا۔ اور تینوں اندر قید ہو کر رہ گئے۔ ان کی رہائی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا ایک ایک ایسا کام جو اس نے خدا کی رضا کے حصول کے لئے کیا ہو اس کے حضور پیش کر کے دُعا کرے کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ ان تینوں میں سے ایک شخص نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ اے باری تعالیٰ میرے والدین بوڑھے تھے۔ میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں جانور چراتے چراتے دور نکل گیا۔ جب واپس آیا تو والدین سو چکے تھے۔ اور میرے بیوی بچے بھوک کی وجہ سے چلّا رہے تھے۔ میں نے جانوروں کا دودھ دوہا اور والدین کے پاس گیا۔ ان کے قدموں میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے ان کو جگانا مناسب نہ جانا۔ اس لئے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ میرے بیوی بچے بھوک سے روتے چلّاتے رہے۔ لیکن میں نے والدین سے پہلے ان کو دودھ نہ دیا۔ آخر میرے والدین بیدار ہوئے اور پہلے میں نے ان کو دودھ پلایا اور پھر بیوی بچوں کو۔ اس پر پتھر تھوڑا سا کھسک گیا۔ دوسرے دونوں افراد نے بھی اپنی ایک ایک نیکی خدا کے حضور پیش کی۔ اور اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے دُعا کی۔ آخر اس دعا کے نتیجہ میں وہ اس مصیبت سے نجات پا گئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی انسانوں کو خصوصیت سے اپنا سلام پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اُویس قرنیؓ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت اُویس قرنیؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ صرف اسی مصروفیت کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ جب یمن میں آپ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا میں والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے جانور وغیرہ فرشتے چرا لاتے ہیں۔ کتنی بڑی نیکی ہے والدین کی خدمت اور اطاعت کرنا کہ خدا تعالیٰ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام بھجوایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کے جانور چرا لاتے۔

پس والدین کا وجود مجسم رحمت و برکت اور عین راحت ہے۔ یہ ایک ایسا خونی رشتہ ہے جو فدائیت، عقیدت اور عشق کے رابطہ کو لئے ہوئے ہے والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ والدین کی دُعا اور توجہ سے اولاد کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی دُعائیں غیر معمولی سوز و رقت اور جذبۂ عاطفت ہوا کرتا ہے۔ وہ راتوں کی تاریکی میں بیدار ہو کر اپنی اولاد کی بھلائی اور کامیابی و کامرانی کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہیں جب کہ ان کی اولاد آرام کی نیند سو رہی ہوتی ہے۔ والدین کی موجودگی سے غیر معمولی اطمینان ہوتا ہے۔ مگر وہی والدین جب گزر جاتے ہیں تو انسان یتیم کہلاتا ہے۔ کیونکہ ان کی شفقت، جذبۂ عاطفت اور پدرانہ نوازشوں سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔

اے خدا! تو ہمیں اپنے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق دے تاکہ ہم تیری رضا حاصل کر سکیں اور جنت کے وارث بن سکیں۔ آمین ٭

مرمّتِ مقاماتِ مقدسہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات جو مقدس اور تاریخی اہمیت کے حامل ہیں مرورِ زمانہ کے باعث ان کی ضروری مرمت کا اہم مسئلہ اس وقت سامنے ہے۔ ہندوستان کی جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ انہیں احمدیت کے دائمی مقدس مرکز قادیان کی براہِ راست خدمت کے مواقع حاصل ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ جب چاہیں اس تخت گاہِ رسُول کی زیارت سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اس سہولت اور سعادت کا یہ تقاضا ہے کہ ہندوستان کے مستطیع احباب جماعت اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکرانہ کے طور پر مرمت مقاماتِ مقدسہ کی اہم ضرورت کو پورا کریں۔

سالِ نَو کے لئے درویش فنڈ کے وعدے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قربانی کا جذبہ رکھنے والے احباب کی طرف سے اس سال ۱۹۷۳-۷۴ء کے لئے درویش فنڈ کے وعدے موصول ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ان گراں وعدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے پیارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیغام پر لبیک کہنے اور اپنے درویش بھائیوں کے ساتھ محبت و اخوت کا مظاہرہ کرنے کا کتنا قابلِ قدر جذبہ مخلصین جماعت کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ نظارت ہذا ان سب کی خدمت میں ھدیۂ تشکر پیش کرتے ہوئے اُن دوستوں سے بھی جن کے وعدے ابھی نہیں آئے درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق جلد وعدے ارسال کر کے ممنون فرمائیں ٭

ناظر بیت المال آمد قادیان

کتاب "مرأۃ الحق"

علاقہ پونچھ کے ایک شیعہ عالم سید خادم حسین صاحب نے جماعت کے خلاف پرانے فرسودہ اعتراضات کو جمع کر کے ایک کتابچہ شائع کیا، مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب فانی سابق صدر جماعت احمدیہ پونچھ نے اس کتابچہ کا مدلل جواب "مرأۃ الحق" کے نام سے شائع کیا جس میں فانی صاحب نے مدلل حوالہ جات پیش کر کے حقیقت کو طشت از بام کیا ہے اور معترض کی بدنیتی کو واشگاف کیا ہے۔ ذاتی مطالعہ اور تبلیغ کی غرض سے دینے کے لئے ایک عمدہ کتاب ہے۔ تبلیغی نقطۂ نگاہ سے اس کی قیمت صرف عہ ہے جو احمدیہ بک ڈپو قادیان سے دستیاب ہو سکتی ہے دوست زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر فائدہ اٹھائیں۔

خاکسار : عبد الرحمٰن۔ امیر جماعت احمدیہ قادیان

شانِ قرآن — بقیہ اداریہ صفحہ (۲)

لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔

(سورۃ بنی اسرائیل : ۸۹)

اے ہمارے رسول! تو اُن سے کہہ دے کہ اگر تمام انسان بھی اور جن بھی (یعنی عوام بھی اور خواص بھی) اس قرآن کی نظیر لانے کے لئے جمع ہو جائیں تو پھر بھی وہ اس کی نظیر نہیں لا سکیں گے۔ خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔

کتنا بڑا چیلنج ہے جو ساری دنیا کو دیا گیا۔ اور طرہ یہ کہ ۱۴ سو سال سے چیلنج برقرار ہے۔ اس عرصہ میں کروڑوں نہیں تو لاکھوں لاکھ علماء علوم و فنون کے ضرور ہو گزرے ہوں گے۔ مگر مجال نہیں جو اپنے اعلیٰ مرتبہ علمی کے باوجود قرآن کریم کے اس چیلنج کو قبول کر سکے ہوں۔ ایک طرف قرآن کریم کی ایسی تحدی اور دوسری طرف اتنے عرصہ سے مخالفین کا کلّی سکوت اس کا زبردست ثبوت ہے کہ قرآن کریم کی بے نظیری قائم ہے۔ کسی زمانے کا بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے سامنے دم نہیں مار سکا ہے!!

(۹) سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کے معاً بعد اس کا ثبوت دیا اور دلیل پیش کی کہ کیوں تمام مخالف قرآن کریم کے اس زبردست چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا۔ (ایضاً : ۹۰)

اور ہم نے اس قرآن میں یقیناً ہر ایک ضروری بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ پھر بھی اکثر لوگوں نے اس کے متعلق کفر کی راہ اختیار کرنے کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا ہے۔

قرآن کریم میں جس جامع طریق پر مختلف پیرایوں میں ہر ضروری بات کو بیان کر دیا ہے کسی دوسری کلام کی مجال نہیں کہ ایسا کر سکے۔ چنانچہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں سائنس۔ اخلاق۔ تمدن۔ سیاسیات اور اقتصادیات۔ معاشیات وغیرہ وغیرہ سب قسم کے علوم کے بارہ میں سیر حاصل بحث موجود ہے۔ مختلف مذاہب کے اختلافی امور کا فیصلہ موجود ہے اور چونکہ یہ خدا کی کلام ہے جس کی نظر دنیا کے تمام طبقات پر ہے اور ہر طبیعت اور علم و ہُنر کے آدمی اور ہر زمانہ کی ضرورت کو مدّ نظر رکھ کر تعلیم دی گئی ہے اس لئے کسی نوع کی خامی رہ نہیں گئی ہے۔ اگر خدا کو چھوڑ کر دنیا کے علماء و فضلاء ایسی تعلیمات کو ترتیب دینے لگتے تو ان کے لئے ساری باتوں پر حاوی ہو جانا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ایک بات کا لحاظ رکھتے تو دوسری نظر انداز ہو جاتی تھی۔ اس لئے قرآن کریم کی بے نظیری اور اس کا دعویٰ اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اور یہ امر قرآن کریم کے عظیم فضائل میں سے بہت بڑی فضیلت کا آئینہ دار ہے—!!

(۱۰) پھر قرآن کریم کے عظیم فضائل میں سے ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ مبارک کتاب ایمان افروز پیشگوئیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ایسی پیشگوئیوں کا پورا ہونا جہاں قرآن کریم کے زمانۂ نزول کے وقت کے لوگوں کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہُوا وہاں یہ سلسلہ اُسی زمانہ کے ساتھ ختم نہیں ہو گیا بلکہ برابر چل رہا ہے۔ قرآن کریم کی بیان کردہ صدہا ایسی باتیں آج ہم اپنے زمانہ میں پوری ہوتی دیکھتے ہیں جو آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا رنگ رکھتے ہوئے بیک وقت خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت۔ مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کریم کی عظمت اور زبردست فضیلت کا ثبوت ہے۔

فرعونِ موسیٰ کے بدن کو محفوظ رکھے جانے سے لیکر موجودہ زمانہ کی سائنسی ایجادات اور خلائی تسخیر کی مہمات تک اور امتِ محمدیہ کے خیرِ اُمت ہو کر اس کی نشأۃ اُولیٰ سے لے کر امام مہدی کے ذریعہ اسلام کے رُوحانی غلبہ پا جانے کی سب باتوں تک تمام قسم کے مضامین پر مشتمل ایسے واضح اور ایمان افروز بیانات قرآنِ پاک کے اندر موجود ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے مردِ مومن کو بڑی تقویت ملتی ہے، کہ تمام الحادی قوتیں بہت بڑے تسلط کے باوجود بالآخر ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو جائیں گی۔ اور دنیا میں اسلام کا لایا ہُوا نظام ہی مقبول ہو گا اور ساری دنیا اسی کو اپنے لئے امن و سلامتی کا ذریعہ مانے گی۔

پس قرآن کریم کی اسی شانِ عظیم کے پیشِ نظر تمام احمدی بھائیوں کو امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک کے مطابق قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور اس کے حقائق و معارف سے باخبر ہونے اور اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہنا چاہئے۔ [illegible] غرض ہے ہر سال ہفتۂ قرآن منانے کی اور اسی غرض کو حاصل کرنے کی ہم سب کو کوشش کرنی چاہیئے وباللہ التوفیق۔

قرآن کریم میں مُنافق کی علامات بقیہ صفحہ (۴)

نہ وہ ان مومنوں کے ساتھ ہیں اور نہ وہ کافروں کے ساتھ ہیں۔ پس منافق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی ادھر جائے گا اور کبھی اُدھر جائے گا۔ کبھی اقرار کرے گا تو کبھی انکار۔

دراصل آج کل جس کو پالیسی کہا جاتا ہے وہ نفاق کی صحیح تعریف ہے۔ کیونکہ سیاست میں بھی دونوں طرف ہاں میں ہاں ملائی جاتی ہے۔ اور کسی ایک طرف قطعی فیصلہ نہیں دیا گیا ہوتا۔

منافق میں نہ قوتِ فیصلہ ہوتی ہے اور نہ تابِ مقابلہ۔ اس کا دِل بہت کمزور ہوتا ہے۔ وہ جب بھی بات کرے گا کوئی گندی ہی بات کرے گا۔ اور اکثر جھگڑا کرے گا۔ اگر اس کو کسی چیز کا امین مقرر کیا جائے تو وہ اس میں خیانت کرے گا۔

پس خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو ہوشیار کرنے کے لئے اور منافقوں کے گروہ سے بچنے کے لئے ان کی علامات بیان فرما دیں تاکہ مومن ان علامات کو مدِ نظر رکھ کر منافقین کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو مومنین کے گروہ میں شامل کرے اور منافقت کی لعنت سے محفوظ رکھے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

درخواستِ دُعا

مکرم چوہدری فیض احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہیں۔ [illegible] دی۔ جے ہسپتال امرتسر میں داخل ہیں۔ درمیان میں کچھ عرصہ افاقہ محسوس ہُوا تھا لیکن پھر دو دن سے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہے۔ احباب جماعت و بزرگان خاص طور سے ان کی شفایابی اور کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں تا چوہدری صاحب موصوف کو بھی اطمینان و سکون نصیب ہو اور وہ یکسوئی سے سلسلہ کی اہم خدمات بجا لا سکیں آمین۔

خاکسار: عبد القدیر واقفِ زندگی۔ قادیان

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ نفس کرتی ہے

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ٹرک یا کاروں

کے ہر قسم کے پُرزہ جات آپ کو ہماری دکان سے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے شہر یا کسی قریبی شہر سے کوئی پرزہ نہ مل سکے تو ہم سے طلب کریں۔

پتہ نوٹ فرمالیں

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین کلکتہ نمبر ۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1

تار کا پتہ "Autocentre"　فون نمبرز { 23-1652　23-5222

آزاد ٹریڈنگ کارپوریشن ۵۸/۱ فیرس لین کلکتہ نمبر ۱۲

کروم لیدر اور بہترین کوالٹی ہوائی چپل اور ہوائی شیٹ کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

AZAD TRADING CORPORATION,
58/1 PHEARS LANE CALCUTTA-12

تصحیح: بدر مجریہ ۲۰ جون کے صفحہ ۷ میں زیر عنوان "ولادتیں" مکرم قریشی سعید احمد صاحب کے [illegible] اور نسبتی کا نام غلطی سے بشیر احمد صاحب شائع ہو گیا ہے۔ ان کا اصل نام مبشر احمد صاحب ہے۔

مقدس قبرستان اور تاریخی عیدگاہ کے بارے میں مخلصین جماعت کے تاثرات

بقیہ از صفحہ آخر

(ص) نائجیریا سے :-
سپلیز ونچیٹے۔

(ط) غانا سے :-
۱۔ ابراہیم صاحب۔ ۲۔ احمد جبریل صاحب
۳۔ محمد صالح صاحب۔

(ع) شام سے :-
ابوالفرج الحسنی صاحب۔

مقدس مقامات کی زیارت کے دوران میں وہ دعاؤں کے لئے اس قبرستان میں گئے جس میں حضرت بانی جماعت احمدیہ کی والدہ محترمہ اور دیگر بزرگان مدفون ہیں۔ اور اس کے ملحقہ قبرستان اور عیدگاہ میں ... کا شہر ... انہوں نے وہاں دیکھا کہ قریب میں قبریں مسمار کی گئی ہیں اور ہل چلا کر زمین زیر کاشت لائی گئی ہے تو انہوں نے مرکز کے ذمہ دار افسران سے کئی بار نہایت درد و کرب کا اظہار کیا۔ اور فوری طور پر اس کی تلافی کرانے کے لئے توجہ دلائی۔ ان کو بتایا گیا کہ مرکز اس بارے میں کیا کچھ کر رہا ہے۔

قادیان ایک پُرامن اور آئین پسند بین الاقوامی جماعت کا مرکز ہے۔ یہ جماعت اس وقت ایک کروڑ کی تعداد تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے متعدد افراد عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ قادیان کے بین الاقوامی مذہبی مرکز ہونے کی وجہ سے سارا سال ممالک بیرون سے احمدی اور غیر از جماعت افراد قادیان آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جنوری سے اس وقت تک امریکہ۔ انگلینڈ۔ ماریشس۔ انڈونیشیا اور برما سے تقریباً ۴۴ مرد و زن اور بچے قادیان کے ان مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے آچکے ہیں۔ اور ان سب کے وہی قلبی جذبات ہیں جن کا اظہار ذیل کے مکتوب میں مکرم ایم عبدالکریم صاحب آف لندن نے کیا ہے۔ آپ نے دسمبر میں تصاویر بھی اتاری تھیں۔ جو لندن سے ڈویلپ کرا کے تصاویر اور سلائیڈز کی شکل میں آپ کی طرف سے موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں یہ مسمار شدہ قبور وغیرہ نظر آتی ہیں۔
چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"محترمی مکرمی حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب
امیر جماعتِ احمدیہ قادیان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

خاکسار اپنی مقدس و محبوب بستی جو میرے آقا اور مذہبی پیشوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیام گاہ ہے۔ یعنی قادیان (واقع ضلع گورداسپور ملک ہندوستان) کی زیارت اور اپنے مذہبی تہوار یعنی جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے لندن سے روانہ ہو کر مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء بروز جمعرات رات کے قریباً آٹھ بجے قادیان پہنچا۔

یہ وہ بستی ہے جو ہمارے لئے پختگیٔ مذہب۔ زیادتیٔ ایمان اور حصولِ تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ مقدس بستی خود اور پھر اس میں خصوصاً ایسے مقامات ہیں جو شعائر اللہ ہیں۔ جن کی عزت اور جن کا احترام ہمارا جزوِ ایمان ہے یعنی دارالمسیح۔ منارۃ المسیح۔ مساجد خصوصاً مسجد مبارک اور مسجد اقصےٰ۔ مقابر خصوصاً مقبرہ بہشتی اور پرانا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جدی قبرستان جو قادیان کے مغربی جانب ہے۔ عیدگاہیں۔ جلسہ گاہیں اور مدارس اسی طرح وہ مکانات مقامات اور باغات جو کسی نہ کسی رنگ میں ہمارے پیشوا سے متعلق ہیں۔ سب شعائر اللہ ہیں اور ہمارے لئے عرفان اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

مَیں ۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء کی رات سے لے کر ۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء تک قادیان میں مقیم رہا۔ اس دوران میں جلسہ سالانہ قادیان میں کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی تھی اور جس کی غرض مخلوقِ خدا کو رُوحانی فیوض سے متمتع کرنا ہے، میں شمولیت کی۔ علماء کرام کی تقاریر سُنیں اور روحانی غذا حاصل کی۔ علاوہ ازیں تصاویر بھی کھینچیں۔ تا جو دوست اپنی مجبوریوں کی وجہ سے خود اس پاک بستی میں پہنچ کر براہِ راست ان نعمتوں کو حاصل نہیں کر سکے وہ تصاویر کو دیکھ کر ہی جس حد تک ممکن ہو اپنی رُوحانی تشنگی کو دور کر سکیں۔

علاوہ جلسہ سالانہ کے مناظر کی تصاویر کے مَیں اپنے اس دورانِ قیام قادیان میں مقدس ہستیوں۔ مقدس مقامات اور مقدس اشیاء کی تصاویر بھی کھینچیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل اور صحابہ کی تصاویر۔ منارۃ المسیح۔ دارالمسیح۔ مسجد مبارک۔ مسجد اقصیٰ۔ مقبرہ بہشتی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جدی مقبرہ جو قادیان کے مغربی جانب ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مرحومہ مدفون ہیں اور بعض دیگر رشتہ دار۔ پرانی سلسلہ کی عیدگاہ جو اس قبرستان سے ملحق ہے۔ باغ حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ششہ نشین۔ اور مدارس وغیرہ۔ تا ان عقیدتمندوں کو دکھلا سکوں جو ہزاروں میل دُور ہیں مگر محبت و عقیدت میں مجھ سے کم نہیں۔

ان ایام میں میرے علاوہ اور بھی قریباً بیس پچیس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام مختلف ممالک سے اسی غرض کے لئے قادیان آئے ہوئے تھے جس غرض کے لئے مَیں آیا تھا۔ اور ہم عموماً اکٹھے مقدس مقامات پہ عقیدت کے پھول چڑھانے اور دعائیں مانگنے جایا کرتے تھے۔

ہم نے ان شعائر اللہ اور مقدس مقامات سے بے حد رُوحانی فیوض حاصل کئے۔ اور مدتوں دُور رہنے کی وجہ سے سینوں میں جو جلن تھی اسے شب و روز آنکھوں کے پانی سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ تاہمیں دلی راحت و سکون حاصل ہو۔ اور بعد حمد و شکر کہتا ہوں کہ جو اطمینان اور سکون اس پاک بستی میں رہ کر پایا وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے طفیل تھا۔ جس کی یاد اب تک میرے دل کو گداز رکھتی ہے۔

مگر افسوس کہ ایک شدید صدمہ اور درد لیکر قادیان سے واپس آیا۔ جو نہایت تکلیف دہ شدید گراں اور ناقابلِ برداشت ہے۔ جس کا تصور میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا جس نے سینہ میں ایسی آگ لگا رکھی ہے کہ آنسو بھی جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔

وہ یہ کہ جب میں اس قبرستان میں گیا جس میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مرحومہ دفن ہیں تا اُن کے مزار پہ دُعا کروں تو کیا دیکھا کہ اس قبرستان کا اکثر حصّہ مسمار کیا جا چکا ہے۔ قبروں کو ہموار کر کے کھیت بنا دیئے گئے ہیں۔ اور ہماری عبادت گاہ جو اس قبرستان کے ساتھ ملحق تھی یعنی عیدگاہ جہاں ہم اپنی نمازیں ادا کیا کرتے تھے وہ بھی ہل چلا کر کھیتوں میں تبدیل کر دی گئی ہے۔ اس عیدگاہ کا ایک نشان ابھی باقی تھا یعنی وہ دیوار جس کی اوٹ میں امام کھڑا ہوتا ہے وہ باقی تھی۔ نہ معلوم اب تک وہ دیوار باقی ہے یا وہ بھی گرا دی گئی ہے۔ اور قبروں میں سے اس وقت تک اور بھی مسمار کی جا رہی تھیں۔ کیونکہ بعض قبروں کی اینٹیں اکھیڑ کر الگ ڈھیر کی ہوئی تھیں۔ اور قبریں ہموار کی جا رہی تھیں۔ اور ان کھیتوں کے درمیان بعض راستے ایسے بنائے گئے ہیں کہ قبریں راستوں میں بھی آگئی ہیں۔ جن میں سے بعض کی تو کلیتہً اینٹیں اکھیڑی جا چکی تھیں مگر اینٹوں کو اکھیڑے جانے کے نشان باقی تھے اور بعض قبروں کی جزئیتہً۔

جو قبریں ہل شدہ کھیتوں میں لاکر ہموار کر دی گئی تھیں۔ کھیت میں پانی دیا جانے کی وجہ سے بیٹھ گئی تھیں یعنی زمین میں دھنس گئی تھیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ قبروں کو مسمار کئے اس وقت کوئی لمبا عرصہ نہیں گذرا تھا۔ اور وہ پودے جو مسلمان قبرستانوں میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریق پر لگاتے ہیں اکھیڑ دیئے گئے ہوئے تھے۔ مگر کھیت میں پانی دیئے جانے پر قبروں کے بیٹھ جانے کی وجہ سے جگہیں نظر آ رہی تھیں .... اس بے حرمتی اور بے عزتی کے منظر کو دیکھ کر وہ سب احمدی جو دور دراز ملکوں اور قریباً دنیا کے ہر حصہ سے آئے ہوئے تھے یعنی یورپین ممالک۔ عرب ممالک انڈونیشیا۔ مشرقی و مغربی افریقہ۔ ماریشس۔ فجی وغیرہ سب سسکیاں لینے لگے اور ان کے مُنہ سے بے اختیار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن نکلا۔ زندوں کا تو کیا ذکر فوت شدوں پہ ظلم دیکھ کر ان کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ اور ہاتھ باندھ کر سمیع الدعا خدا کے حضور التجائیں کرنے لگے کہ یہ جو ہم سے بچھڑ کر تیرے گھر میں جا بسے ہیں ان کی بے حرمتی و بے عزتی کی جا رہی ہے۔ ان کی عزت کو برقرار رکھنا تیرا ہی کام ہے اور تیری مدد کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم لاچار و کمزور ہیں۔ تُو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ جنہوں نے ان سے ناروا اور انسانیت سوز سلوک کیا ہے اور ہم زندوں کے معبد کو مسمار کیا ہے انہیں سمجھ دے۔ اور اس مقدس جگہ کو وہی عزت بخش جو اُسے پہلے حاصل تھی آمین ثم آمین۔

مَیں نے اس قبرستان کی کچھ سلائیڈز (SLIDES) اور ان سلائیڈز سے پرنٹس (PRINTS) کروا کر آپ کی خدمت میں ارسال کی تھیں امید ہے مل گئی ہونگی۔ مَیں نے یہ تصاویر اپنے دورانِ قیام قادیان (از ۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء تا ۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء) کھینچی تھیں۔ جو کہ واپس لنڈن آکر ڈیویلپ (DEVELOPE) کروائیں۔ Developing کے اوپر Mounting اور Processing کرنے والی فرم کا نام اور جس تاریخ کو Processing کی گئی تھی چھپی ہوئی ہے۔ اور یہ Prints چونکہ Slides سے تیار کروائے تھے اسلئے وہ سلائیڈز کی تاریخ سے پہلے کے نہیں ہو سکتے۔

یہاں انگلستان کی بہت سی جماعتوں کے احمدی احباب نے یہ تصاویر دیکھی ہیں۔ شعائر اللہ کی بے حرمتی اور بے عزتی دیکھ کر ان کے دلوں میں بحد اضطراب و بے چینی ہے۔ اور یہ سانحہ ان کیلئے ناقابلِ برداشت ہے۔ خدارا اس کے انسداد کیلئے کوئی جلد قدم اُٹھائیں تا ہمارے بزرگوں اور مقدس ہستیوں کے مزار اسی طرح نظر آئیں جس طرح پہلے تھے۔ اور ہمارے معبد یعنی عیدگاہ کا وہ تمام حصہ جہاں قادیان کے احمدی اپنی نمازیں ادا کرتے تھے واپس ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو آمین۔ والسلام

خاکسار محمد عبدالکریم عفی عنہ بن حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم حال مقیم لنڈن۔"

سالانہ جلسہ جماعت احمدیہ کانپور اتر پردیش مورخہ ۲۸ و ۲۹ جولائی ۱۹۷۳ء بروز ہفتہ و اتوار کو ... منعقد ہو رہا ہے احباب کثرت سے اس میں شمولیت اختیار کریں۔ خاکسار: حمید اللہ خان سیکرٹری جماعت احمدیہ اتر پردیش